© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اشارات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی عظمت اور رفعت کا احساس اور ان سے گہری محبت اور عقیدت کا جذبہ یوں تو ہر مسلمان کے دل میں ہر لمحہ موجود رہتا ہے لیکن ہر سال ربیع الاوّل کے آنے کے ساتھ ہی اس کے قلب و دماغ پر عجیب و غریب قسم کی کیفیات طاری ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اُسے اِس بات سے تو بے حد مسرت ہوتی ہے کہ اس ماہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے جن کے دم قدم سے نوعِ انسانی نے رشد و ہدایت کی ایک مستقل راہ پائی، جن کی ذاتِ اقدس سے خیر و برکت کے سرمدی چشمے جاری ہوئے، جن کی تعلیمات نے انسانیت کو صحیح بصیرت عطا کی، جن کے فیضانِ نظر سے انسان کے اندر خیر اور بھلائی کو دنیا میں سربلند کرنے کی اُمنگ پیدا ہوئی اور نیکی کی قوت کو دنیا کی غالب قوت بنانے کا ولولہ بیدار ہوا، مگر مسرت و شادمانی کی ان کیفیات کے ساتھ ایک مسلمان جب یہ سوچتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمتِ مسلمہ پر جو ذمہ داریاں عاید کر کے دُنیا سے رخصت ہوئے تھے ان ذمہ داریوں کی بجا آوری میں اُمت سے کس قسم کی افسوسناک کوتاہی ہوئی ہے تو اس کی آنکھوں میں جھلکنے والے خوشی کے آنسو اشک ہائے ندامت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور وہ خیالات کے ہجوم میں کھو کر سوچنے لگتا ہے کہ حشر کے دن اپنے خالق و مالک کے دربار میں یہ اُمت کن کن کوتاہیوں بلکہ کس قسم کے سنگین گناہوں کے ساتھ پیش ہوگی اور وہاں اُسے اس حالت میں اُس کے آقا و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیکھ رہے ہوں گے اور حضورؐ اپنی اُمت کا یہ المناک منظر دیکھ کر کس قدر رنجیدہ خاطر ہو رہے ہوں گے؟ یہ یا اسی نوعیت کے دوسرے خیالات ہر اُس شخص کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو اُمتِ مسلمہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اپنی ملی ذمہ داریوں کو کچھ بھی پہچانتا ہے۔ اس بنا پر ربیع الاوّل کی آمد اُس کے لیے جہاں مسرت کا پیغام لاتی ہے وہاں اس کے اندر خود احتسابی کا احساس پیدا کر کے اسے دل گرفتہ بھی کرتی ہے۔

---

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ انسانوں کی بہت بڑی اکثریت جسے ملّتِ اسلامیہ کہا جاتا ہے سارے جھوٹے خداؤں کی خدائی کا انکار کر کے خدائے واحد کی بندگی اختیار کر چکی تھی۔ اس نے اپنے ہادی برحق کی قیادت میں رنگ، نسل، وطن کے تمام بت اپنے ہاتھوں سے توڑ کر حق و صداقت، خدا ترسی اور شرافت کی بنیاد پر نوعِ بشری کی ازسرِنو شیرازہ بندی کی تھی۔ اس کی اس شیرازہ بندی کے نتیجہ میں جو نیا معاشرہ معرضِ وجود میں آیا تھا وہ انسان اور انسان کے مابین ہر قسم کے مصنوعی امتیازات سے پاک تھا۔ اس میں کسی فرد کا مرتبہ و مقام صرف اِس ایک معیار پر متعین کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے خالق و مالک کا کس حد تک مطیع اور اپنے ہادی کا کس قدر متبع ہے۔ اس ایک معیار کے علاوہ معاشرے میں تفوّق اور برتری کا کوئی دوسرا معیار نہ تھا۔ پھر یہ معاشرہ ہر قسم کے سیاسی استبداد اور معاشی استحصال سے پاک تھا۔ ہر فرد کو چند انسانی بنیادی حقوق حاصل تھے جو اس کی ذات کے لیے حصار کا کام دیتے تھے اور جن سے کوئی فرد بھی بغیر معقول وجہ تعرض نہ کر سکتا تھا۔ پھر معاشرت ہر برائی سے پاک اور منزّہ تھی اور اس طرح ایک انسان ذہنی آسودگی، قلبی سکون اور معاشرتی تحفظ کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا۔ خدا سے تعلقِ خاطر نے جہاں اس کے دل کی دنیا منور کر رکھی تھی وہاں اس کی معاشرتی، سیاسی اور معاشی زندگی کو بھی تعلیمات الٰہی نے خیر اور بھلائی سے معمور کر رکھا تھا۔ مختلف قومیں اور نسلیں اپنے آبائی دین چھوڑ کر اسلام کی طرف کھنچی چلی آ رہی تھیں۔ الغرض مسلم معاشرہ خدا کی بادشاہت کا ہر لحاظ سے ایک مکمل نمونہ پیش کر رہا تھا۔

---

ایک انسان کا تصور اس وقت کانپ اٹھتا ہے جب وہ یہ سوچتا ہے کہ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور غلامی کا دم بھرنے کے باوجود اُن کی اس مقدس امانت کا، جو انہوں نے اپنی ارفع و اعلیٰ تعلیمات اور پاکیزہ سوسائٹی کی صورت میں اُس کے سپرد کی، کیا حشر کیا ہے۔ حضورؐ نے ہمیں جھوٹے خداؤں کی غلامی سے آزاد کر کے خالقِ کائنات کی غلامی اختیار کرنے کی تلقین کی تھی اور عملاً اس غلامی کی بنیاد پر ایک معاشرہ تعمیر کر کے ہمیں یہ بتایا تھا کہ جب کوئی قوم بندگیٔ رب کی اساس پر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ڈھانچہ اٹھاتی ہے تو اُسے اِس قسم کے روحانی اور اخلاقی فیوض اور معاشی اور سیاسی برکات حاصل ہوتی ہیں لیکن ہم نے حضورؐ کی اِس امانت کے ساتھ بڑا شرمناک رویہ اختیار کیا۔ ہم لات و منات کی پرستش پر تو بلاشبہ مائل نہ ہوئے مگر ان بتوں کی جگہ بہت سے دوسرے نئے بت تراش کر اُن کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔ ہمارے بعض بھائی بندِ وطنیت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بُت کے پجاری بنے ، بعض نے فراعنہ کے ساتھ اپنا نسبی تعلق جوڑ کر اس پر اترانا شروع کیا ، بعض نے خلافت کی قبا چاک کر کے اُمتِ مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا اور پھر رنگ ، نسل ، وطن اور زبان کی بنیاد پر اُسے چھوٹے چھوٹے دھڑوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی ، بعض نے دینی شعور کو جلا دینے کے بجائے ملّتِ اسلامیہ میں طبقاتی نفرت و حقارت کی آگ بھڑکائی ۔ ان ساری مذموم کارروائیوں کے بھیانک نتائج اس صورت میں ہمارے سامنے آئے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کی عظیم اکثریت دعوئ ایمان کے باوجود ایمان کے حقیقی جوہر سے کافی حد تک محروم ہو گئی ہے ۔ اُس کے بہت سے افراد زبان کی حد تک تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار ہیں مگر ان کا دلی لگاؤ کافرانہ نظاموں اور ان کے اسلام دشمن علمبرداروں سے ہے ۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے اعدائے اسلام سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں اور اپنی زندگی کے اصل مقصد یعنی فریضۂ اقامتِ دین کو یکسر فراموش کر کے ملحدانہ نظریات کو پھیلانے اور کافرانہ نظامِ زندگی برپا کرنے میں منہمک نظر آتے ہیں ۔ کیا یہ اندوہناک صورتِ حال مسلمانوں کے دعوئ ایمان کی کھلے طور پر تکذیب نہیں کر رہی ؟ کیا مسلم قوم کی اِس منافقانہ روش کو دیکھ کر کوئی شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ قوم اُس دین کو دُنیوی اور اُخروی سعادت کا فی الحقیقت واحد ذریعہ سمجھتی ہے جو دائی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اُسے خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے ؟

---

ایمان اور محبت اور اُن کے دعوے محض الفاظ کی بازی گری نہیں ۔ یہ الفاظ اپنے اندر گہری معنویت اور بردعوے اپنے بعض ناگزیر تقاضے بھی رکھتے ہیں ۔ ایک آدمی جب یہ کہتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتا ہوں اور اُن کی محبت کو اپنی زندگی کا بیش قیمت سرمایہ سمجھتا ہوں تو پھر اس ایمان اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غیر اللہ سے اپنا تعلق توڑ کر صرف اللہ رب العزت سے اپنا رشتۂ عبودیت استوار کرے اور ہر دوسرے رہنما کو چھوڑ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت سے اپنے آپ کو وابستہ کر کے اس یقینِ محکم کے ساتھ میدانِ عمل میں اُترے کہ ہر ایسا نظریہ یا فعل یا نظامِ فکر و عمل جس کی صحت کی تصدیق اللہ اور اُس کے رسولؐ کی تعلیمات سے نہیں ہوتی وہ سراسر باطل اور تباہ کن ہے اور ہر وہ بات صحیح اور برحق اور نوعِ بشری کے لیے دُنیا اور آخرت میں خیر اور بھلائی کی موجب ہے جو اُسے خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے حاصل ہوئی ہے ۔ ایمان کا دعویدار جب تک اللہ وحدہٗ لاشریک کے رب ہونے پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واحد سرچشمۂ ہدایت ہونے پر اور اسلام کے واحد صحیح نظامِ حیات ہونے پر غیر متزلزل یقین پیدا نہیں کرتا اُس وقت تک اُس کا دعویٰ ایمان پورا نہیں ہوتا۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی محبت انسان پر بعض ذمہ داریاں عاید کرتی ہے جن میں پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ اپنی وابستگی کا دعویٰ کرتا ہے وہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اُن ساری وابستگیوں سے الگ کرے جو اس کے دین کی راہ میں حائل ہوں۔ آپ اسلام کی اوّلین اساس کلمہ کو دیکھیں کہ اس میں اثبات سے پہلے نفی اور اقرار سے پہلے انکار موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ایک انسان خدا کے علاوہ ہر دوسرے معبود کا انکار نہیں کرتا اُس وقت تک معبودِ حقیقی کا اقرار بالکل بے وزن ہوتا ہے۔ جس طرح دن رات یکجا نہیں ہو سکتے بالکل اسی طرح اسلام اور غیر اسلام ایک دل میں نہیں سما سکتے۔ اگر کوئی شخص خدا اور اُس کے رسولؐ کا مطیع ہے تو پھر وہ ہر اُس مطاع کا باغی ہے جو اُس سے بندگیٔ رب کے علاوہ کسی اور چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت اور عقیدت ہے تو پھر وہ ہر اس چیز سے دستبردار ہونے کی گہری تڑپ اور آرزو رکھتا ہے جو اس شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنے سے اُسے روک سکتی ہے۔ ایمان غیر سنجیدہ لوگوں کا کوئی بیکار مشغلہ نہیں۔ یہ مختلف وارداتِ قلبی میں سے محض ایک سیماب آسا رُوحانی کیف بھی نہیں جس سے انسان وقتی طور پر کچھ سرور و مستی حاصل کر سکے۔ ایمان زندگی کا سب سے پختہ عہد، غیر متزلزل یقین اور مقصدِ حیات کے بارے میں انسان کا دو ٹوک فیصلہ ہے جس میں یہ عزمِ صمیم بھی شامل ہے کہ صاحبِ ایمان ہر اُس چیز کو جلا کر خاکستر کر دے گا جو ایمان کی راہ میں رکاوٹ بنے گی۔ ایمان بلاشبہ روحانی کیف کے حصول کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے لیکن اسلام جس روحانی سرور سے انسان کو لذت آشنا کرتا ہے وہ وجد و حال کی محفلوں سے نہیں بلکہ حق و باطل کی جنگاہ میں اپنی ہر چیز جھونک دینے سے حاصل ہوتا ہے۔

ایمان کی مستی وقتی اور عارضی نہیں ہوتی بلکہ مستقل اور دائمی ہوتی ہے۔ ایمان کا نشہ وہ نشہ نہیں جسے دنیا کی کوئی تلخی اُتار دے بلکہ صاحبِ ایمان کی زندگی میں جس تناسب سے تلخیاں بڑھتی ہیں اُسی نسبت سے وہ نشۂ ایمان میں زیادہ سرشار ہو کر خدا اور رسولؐ کی راہ میں زیادہ فدائیت اور جاں نثاری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

---

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر آج اچانک دنیا میں تشریف لے آئیں تو کیا انہیں یہ دیکھ کر سخت دُکھ نہ ہوگا کہ اُن کی محبت کے گیت گانے والوں اور اُن کی یاد میں محفلیں منعقد کرنے والوں نے جگہ جگہ اپنے مفادات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے صنم کدے سے آباد کر رکھے ہیں اور اُن کا ایمان جو کبھی باطل کے لیے چنگاری کی حیثیت رکھتا تھا اب راکھ کا بے جان تودہ بن کر رہ گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان ایمان کے اس تودے کے سایے میں بڑی بے تکلفی کے ساتھ کفر والحاد کو پھلنے اور پھیلنے پھولنے کے مواقع فراہم کر رہے ہیں اور کافرانہ نظامہائے حیات کے اندر جب بھی توسیع کا جنون پیدا ہوتا ہے تو وہ بغیر کسی مزاحمت کے ایمان کے اس تودے کو ہٹا کر اپنا تسلط قائم کر لیتے ہیں اور مسلمان اس پسپائی کو ہنسی خوشی گوارا کرتے چلے جاتے ہیں۔

---

جس طرح روح سے عاری جسم اپنے اندر مدافعت کی کوئی قوت نہیں رکھتا اور وہ دوسروں کے ہاتھ میں بالکل بے بس ہوتا ہے بالکل اسی طرح وہ ایمان جس کے پیچھے باطل کو مٹانے کا شدید جذبہ موجود نہ ہو وہ بالکل بے جان لاشہ ہے جسے باطل کی قوتیں جس طرح چاہتی ہیں روندتی چلی جاتی ہیں۔ ایمان تو کسی نہ کسی شکل میں عربوں کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی موجود تھا لیکن یہ ایسا بے جان ایمان تھا جو کفر کے ہر مطالبہ کے سامنے سرنگوں ہونے پر تیار رہتا۔ حضورؐ جب دنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے ایمان کو باطل کی ہر آمیزش سے پاک کر کے اُسے نہ صرف اس کی فطری تابندگی بخشی بلکہ ایسی قوت و توانائی بھی عطا کی جس سے کفر کو ایمان کے ہاتھوں ہر میدان میں عبرت ناک شکست اُٹھانا پڑی۔ اس نئے ایمان نے مسلمانوں کو نئے حوصلے اور تازہ ولولے دیے۔ انہیں نئے عزائم سے لیس کر کے نئی تدابیر اور نئے انداز کے ساتھ میدانِ عمل میں اُتارا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایمان کے یہ نئے علمبردار جنہیں چند سال پیشتر گلہ بانی کے علاوہ اور کوئی کام نہ آتا تھا وہ جہانبانی کے فن میں پوری دنیا پر سبقت لے گئے۔ دوسری قوموں نے ان "چرواہوں" کی تقلید میں اپنے فکر و نظر کے زاویے بدلے، اپنی جدوجہد کے نئے رُخ متعین کیے، اپنی معاشرت اور معیشت کے ڈھانچوں کو تبدیل کیا، اپنے نظامِ حکومت کی اصلاح کی، اپنی تہذیبی اور اخلاقی اقدار کو اسلامی اقدار سے ہم آہنگ کرنے کی کوششیں شروع کیں۔ اِن "گڈریوں کا" پاکیزہ ذوق، تمدن اور شائستگی کا سب سے اعلیٰ معیار قرار پایا۔ الغرض یہ تاریک خیال اور علم و ہنر سے بے بہرہ "صحرانشین" پوری انسانیت کے رہنما بن کر دنیا کے افق پر بڑی سُرعت کے ساتھ اُبھرے اور ایسے انقلاب انگیز کارنامے سرانجام دیے جو نہ صرف رہتی دنیا تک نوعِ بشری کے حافظہ میں نہایت خوشگوار یادوں کے طور پر محفوظ رہیں گے بلکہ انسانیت کے مختلف کارواں جب بھی جادۂ مستقیم سے بھٹک کر باطل خیالات و افکار کے تپتے ہوئے ریگزاروں میں دم

© rasailojaraid.com

توڑنے لگیں گے تو اس وقت وہ ان مقدس ہستیوں کے اِن مقدس کارناموں ہی سے نئی زندگی حاصل کریں گے۔ اِن کارناموں کی حیثیت زیب داستان کی نہیں بلکہ روشن چراغوں کی سی ہے جن کی مدد سے انسانیت کے گم کردہ راہ قافلے راہ یاب ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچتے ہیں۔ آپ اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انسانیت جب بھی فوز و فلاح کا اصل راستہ چھوڑ کر تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنا شروع کرتی ہے اور کامیابی کی کوئی راہ نہ پا کر مایوسی کی چٹانوں سے ٹکراتے ہوئے اپنی زندگی کے خاتمہ کا تہیہ کرتی ہے تو یاس و قنوطیت کے ان روح فرسا لمحات میں اگر کوئی داعیہ اسے زندہ رہنے کا حوصلہ دیتا ہے تو وہ اللہ پر ایمان اور اس ایمان سے پھلتے میں پاکیزہ زندگی اور پاکیزہ معاشرت کا وہ حیات آفرین تصور ہی ہے جس کی عملی تعبیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثاروں کی مقدس زندگیوں میں بآسانی دیکھی جاسکتی ہے۔

---

دورِ حاضر کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ دنیا میں ایمان کے دعویدار تو موجود ہیں مگر انسانی معاشرہ ایمان کے ثمرات سے یکسر محروم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان ایک قلبی کیفیت کا نام ہے جسے دیکھا نہیں جاسکتا لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ یہ "قلبی کیفیت" مٹی کے نیچے دبے ہوئے بیج کی طرح نیک اعمال کی صورت میں بارآور ہوتی ہے اور اگر ایمان کے بیج سے خیر اور بھلائی کی کونپلیں نہیں پھوٹتیں، اور یہ کونپلیں پاکیزہ معاشرہ کی صورت میں تناور درخت بن کر دکھی انسانیت کو آرام اور سکون سے ہمکنار نہیں کرتیں تو پھر ایمان کا یہ بیج وہ بیج نہیں ہوسکتا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے جلیل القدر صحابہؓ نے انسانوں کے دل و دماغ میں بویا تھا۔ ایمان کے سایہ میں کفر کا جھاڑ جھنکار کس طرح موجود رہ سکتا ہے؟ اسی طرح کفر کی اکاس بیل کے نیچے ایمان کا درخت کس اصول کی بنا پر برگ و بار لاسکتا ہے؟ یہ عہد حاضر کے المیوں میں سے ایک المیہ ہے کہ مسلم معاشرے کے اندر ایمان اور کفر ایک دوسرے کے ہمرکاب نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے بعض فریب خوردہ مسلمان اس صورتِ حال سے مطمئن ہوں کہ ایمان اور کفر کی اس یکجائی سے انہیں دنیوی لذات اور اخروی فوائد سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا نسخہ ہاتھ لگ گیا ہے لیکن جو لوگ ایمان، اس کے مزاج اور اس کے مقتضیات کا کچھ بھی علم رکھتے ہیں وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایمان اور کفر کی یہ آمیزش دنیا و آخرت دونوں کی بربادی ہے۔ وہ ایمان جو کفر کے ساتھ مفاہمت کرنے پر آمادہ ہو اس کا حال اُس نمک کا سا ہے جو اپنی نمکینی کھو چکا ہو، اس لیے لوگ جلد ہی اسے ایک بیکار بلکہ مضر شے سمجھ کر بوسیدہ افکار کے کوڑا کرکٹ میں پھینک دیتے ہیں اسی طرح وہ کفر جو ایمان کو گوارا کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگے اس کی قوت مسلوب ہو جاتی ہے اور اُس کے ماننے والے کسی مخصوص نظریہ کے علمبردار کی حیثیت سے دُنیا میں سربلند نہیں ہو سکتے بلکہ ہر اُبھرتی ہوئی طاقت کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنے دُنیوی مفادات کے تحفظ کے لیے مختلف چالیں چلتے رہتے ہیں۔ ان کی ایمان کے ساتھ یہ سازگاری انہیں اخلاقی اعتبار سے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور نہ کفر کے ساتھ استواری انہیں کسی نظریہ کا خادم بناتی ہے۔ انہیں ہمیشہ ایک ہی بات کی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ اُن کے مفادات پر کوئی زد نہ پڑنے پائے۔ ایسے لوگ اس دھرتی پہ ایک نا روا بوجھ ہوتے ہیں اور جب اس کرۂ ارضی پہ ان کی کثرت ہو جاتی ہے تو پھر اسلام اور کفر کی آویزش اور حق و باطل کی کشمکش کی جگہ مفادات کی چھینا جھپٹی شروع ہوتی ہے اور مختلف گروہ ایک دوسرے کے خلاف بڑے مکروہ اور ذلیل ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں اور انسانیت عزّ و شرف کی قبا خود اپنے ہاتھوں سے تار تار کر دیتی ہے۔

---

ذرا سوچیے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ بات آتی ہوگی کہ اُن کی اُمت کے افراد دُنیا سے فسق و فجور مٹانے کے بجائے فسق و فجور پھیلانے میں منہمک ہیں، منکرات کا استیصال کرنے کے بجائے معروف کی جڑ کاٹ رہے ہیں۔ ان کی عقیدت و محبت کے دعویدار نہ صرف خود سُودی کاروبار میں ملوّث ہیں بلکہ اسے بڑھانے اور ترقی دینے کے درپے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کے چرچے تو ہیں لیکن اللہ کی عظمت اور اس کی توحید کا زبان سے بار بار اقرار کرنے والوں کے دلوں پہ باطل کی عظمت کا نقش ثبت ہے اور خدائے واحد کی پرستش کرنے والے جھوٹے خداؤں کی پرستش کے بھی قائل ہیں تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو جس قدر کرب محسوس ہوتا ہوگا اس کے اظہار کی ایک مسلمان کس طرح تاب لا سکتا ہے؟ اللہ کے رسولؐ نے تو ہمیں اسلام کی دولت اس واضح فرمان کے ساتھ دی تھی کہ ہم اس کے سچے دین کو سارے ادیان پہ غالب کر دیں اور پوری دُنیا پر اس کی عملداری قائم ہو لیکن ہم نے اس دین کو دُنیا کی سب سے غالب قوت بنانے کے بجائے چند بے جان رسومات کا مجموعہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات پاک کے طفیل اور اللہ کے دین کی برکت سے ہم دنیا میں سربلند ہوئے لیکن ہم اپنے ان عظیم محسنوں کے عظیم احسانات کا بدلہ اِس طرح چکا رہے ہیں کہ حضورؐ کی رسالت کی صبح و شام تصدیق کرنے کے باوجود حضورؐ کی پیروی سے منہ موڑتے چلے جاتے ہیں اور اللہ کے دین کو زندگی کے ہر گوشے میں اپنا لینے کے بجائے کفر و الحاد کو راہ پانے کے مواقع فراہم کر رہے ہیں۔ حضورؐ دنیا میں مبعوث ہوئے تو انسانیت کا مقام بلند ہوا،

(باقی بر صفحہ ۴۸)

© rasailojaraid.com